مقاماتِ حج کا جغرافیائی تعارف

ملک محمد فیروز فاروقی

مسلمانوں کی علمی و ذہنی کاوشوں کی تاریخ پر نظر رکھنے والوں سے یہ امر مخفی نہیں کہ حج نے مسلمانوں کے فکری ارتقاء اور علوم و فنون کی ترقی میں ایک ہمہ جہت محرک کا کردار ادا کیا ہے۔ لیکن اس کا یہ پہلو ہمیشہ سے توجہ کا محتاج رہا ہے۔ جبکہ علماء و فضلائے اس کے اغراض و مقاصد ارکان و لوازمات اور طریق کار پر بہت کچھ لکھا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ طلوعِ اسلام سے قبل بھی حج بیت اللہ کا رواج تھا۔ اگرچہ عربوں نے ارکان حج اور ان کی تفصیلات میں ترمیم اور حذف و اضافہ کر کے اس کی روح کو اس قدر مسخ کر دیا تھا کہ وہ کسی قسم کی علمی و فکری ترقی کے محرک کا کردار ادا کرنے سے قاصر تھا۔ لیکن اسلام نے اس کی اصلاح کی جس کے بعد سے اس کی علمی و فکری اثر انگیزی تاریخ کے اوراق پر ثبت نظر آتی ہے۔ آج خود مسلمان اپنے علمی و فکری زوال کے باعث فریضہ حج کی روح اور اس کے حرکی کردار سے ناواقف ہیں۔ اس لئے یہ بات کم از کم ان مسلمانوں کے لئے تو باعثِ حیرت ہوگی جو حج کو ایک رسم کے طور پر ادا کرتے ہیں۔ اور کسی دوسرے پہلو پر غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔

ڈاکٹر محمد محمود العیّاد، پروفیسر شعبہ جغرافیہ، عین شمس و بیروت یونیورسٹی، مسلمانوں کی علمی و فکری ترقی میں حج کے تحریکی اور تفاعلی کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حج کی غرض سے مسلمان مختلف ممالک سے قافلوں اور وفود کی صورت میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں آتے تھے اور حج بطور خود مسلمانوں کے باہمی تعارف اور تبادلہ خیالات

کے لئے ایک اہم عامل و محرک تھا۔" [1]

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"دنیا کے جغرافی معلومات کے بڑھانے اور ترقی دینے میں سفر حج نے بہت کچھ مدد کی ہے۔ مسلمانوں میں بکثرت ایسے جغرافیہ نویس اور سیاح گزرے ہیں جنہوں نے اصل میں حج کی نیت سے سفر کیا اور بالآخر اس سفر نے دنیا کی ایک عام سیاحت کی شکل اختیار کرلی۔ یاقوت الحموی نے تقویم البلدان کے مقدمہ میں مسلمانوں میں جغرافی معلومات کی ترقی کا ایک بڑا ذریعہ سفر حج کو قرار دیا ہے۔" [2]

ڈاکٹر نفیس احمد صدیقی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسلام کے سیاسی اقتدار کے جغرافیائی پھیلاؤ اور ایک عالمی برادری کے اجتماعی نظام کے قیام نے مملکت اسلامیہ کے بارے میں وسیع اور ہمہ گیر معلومات جمع کرنے کے اسباب و علل پیدا کر دیئے تھے۔ حج کے موقعہ پر دنیا کے کونے کونے سے ہزاروں لاکھوں مسلمان جمع ہوتے تھے اور یوں انہیں اپنے ممالک کے حالات اور علاقائی اختلافات پر تبادلہ خیالات کرنے کا موقعہ ملتا تھا۔ مسلمانوں کے لئے استطاعت کی شرائط کی حدود کے اندر حج کے لئے مکہ مکرمہ کا سفر اختیار کرنا ضروری تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمان اسے ایک فریضہ یقین کرتے ہوئے مملکت اسلامیہ کے روحانی مرکز و محور میں جمع ہوتے تھے۔ قرونِ وسطیٰ میں سفر حج کو وہی حیثیت حاصل تھی جو آج کے دورِ جدید میں ریسرچ اسکالرز کے لئے مطالعاتی سفر (STUDY TOURS) کی ہے۔ اس زمانے میں آمد و رفت اور نقل و حمل کے ذرائع مشینی نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دُور دراز سے آنے والے عازمین حج کے وفود اور قافلوں کو مکہ و مدینہ پہنچنے تک کافی وقت صرف ہوجاتا تھا، جو اکثر اوقات مہینوں اور بعض اوقات سالوں تک محیط ہوتا تھا۔ اور یوں ان لوگوں کو ایسے

---

[1] الدکتور، محمد محمود العیاد، من الوجهة الجغرافیه، ص ۱۲-۱۳ - بیروت ۱۹۷۱ء

[2] ندوی، سید سلیمان، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ج ۵، ص ۳۸۰۔ مطبع معارف اعظم گڑھ (۱۹۳۸ء) طبع دوم۔

علاقوں سے گزرنا پڑتا تھا جن کے طبعی و غیر طبعی حالات ان کے بودو باش کے علاقوں کے کوائف سے قطعی طور پر مختلف تھے۔ جغرافیہ زمین کے طبعی و غیر طبعی تضادات ہی کے مطالعہ کا نام ہے اور یہ لوگ تضادات ہی کے باعث اس نوع کے مطالعہ میں دلچسپی رکھتے تھے۔"[۳ لے]

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں سفرِ حج نے مسلمانوں کے مابین معلومات و تحقیقات کے تبادلہ میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس موقعہ پر عام مسلمانوں کے علاوہ مختلف علاقوں سے آئے ہوئے علماء، فضلاء، مفسرین، محدثین اور دیگر ماہرین کو جمع ہونے کا اتفاق ہوتا تھا وہ آپس میں اپنی پسند کے موضوعات پر تبادلۂ خیالات کرتے تھے۔ سفرِ حج کو آسان اور محفوظ بنانے کے لئے وقتاً فوقتاً تمام راستوں کی حالت بہتر بنائی جاتی رہی۔ راستوں اور سڑکوں کی تعمیر کے لئے ارضیاتی اور دیگر متعلقہ اعداد و شمار جمع کئے گئے اور آبادیوں کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں۔ جن جغرافیہ دانوں کو بار بار حج کرنے کا موقعہ ملا انھوں نے عرب کے جغرافیائی حالات مفصل طور پر قلمبند کئے جن کی مدد سے مختلف علاقوں کے جغرافیائی حالات، ذرائع آمدورفت کے طبعی ڈھانچے اور ان کے اقتصادی تفاعلی کردار پر تفصیلی بحث کے لئے ایک مستقل موضوع "المسالک والممالک" معرضِ وجود میں آیا اور مسلمان فضلاء نے اہلِ علم کے سامنے اس پر گرانقدر تصانیف پیش کیں۔ مسلمان حکمران اس نوعیت کی علمی و فکری سرگرمیوں کی باقاعدہ سرپرستی کرتے تھے اور انھوں نے باقاعدہ سرکاری اخراجات پر اس مقصد کے لئے عظیم الشان انتظامات کئے تھے۔ عباسی خلفاء میں سے ہارون الرشید (۷۸۶ء تا ۸۰۹ء) مامون الرشید (۸۰۹ء تا ۸۱۳ء) اور معتصم (۸۱۳ء تا ۸۳۳ء) کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

سفرِ حج اور محکمہ ڈاک کے اجراء کے باعث اسلامی مملکت کے تمام علاقوں میں ذرائع آمدورفت اور نقل و حمل کو بے حد وسعت حاصل ہوئی۔ ابن خردادبہ، ابوالقاسم عبیداللہ بن

لے

SIDDIQUI, NAFIS AHMED. 'MUSLIM CONTRIBUTION TO GEOGRAPHY' LAHORE, 1965. PAGE 12-13

عبداللہ، استخری ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الفارسی اور ابن حوقل ابو القاسم محمد نے "المسالک و الممالک" کے موضوع پر گرانقدر کتابیں تالیف کیں جن میں سفر حج کے لئے استعمال ہونے والے راستوں اور سڑکوں کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔ آج یہ تمام معلومات خود مسلمانوں کی نظروں سے اوجھل ہیں اور ان کی بھاری اکثریت کو ان سے سرے سے کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ اس فریضہ کو ایک رسم سمجھتے ہوئے ادا کرتے ہیں جبکہ پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ " بہت سے نمازی ایسے ہیں جن پر نماز لعنت کرتی ہے اور بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں جن پر قرآن لعنت بھیجتا ہے۔" ان سے مراد وہی مسلمان ہیں جو نماز و قرآن پڑھتے وقت ان کے آداب اور تقاضوں کا خیال نہیں رکھتے۔ مزید برآں یہ کہ واقفیت حاصل کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ فریضہ حج کے اغراض و مقاصد کو ذہن میں لئے خدا کے حضور حاضر ہوں اور اس کے برکات و فیوض سے مالا مال ہوں۔ زیر نظر مقالہ میں مقامات حج سے متعلق مختصر جغرافیائی معلومات درج کی جاتی ہیں تاکہ قارئین کے سامنے یہ پہلو بھی آجائے کہ حج کا تعلق کن کن مقامات سے ہے؟ ان مقامات کا صحیح محل وقوع کیا ہے؟ موسم حج کے دوران سعودی عرب کے بالعموم اور مقاماتِ حج کے بالخصوص جغرافیائی اور موسمی حالات کیا ہوتے ہیں؟

حج کا براہ راست تعلق مکہ معظمہ سے ہے۔ ملتِ اسلامیہ کا یہ مرکزی مقام سعودی عرب میں بحیرہ احمر[۴] کے مشرق میں طول بلد ۴۰ درجے مشرق اور عرض بلد ½ ۲۱ درجے شمالی پر سطح سمندر سے اوسطاً ۱۱۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ مغرب میں جبل عمر، جنوب میں جبل ابو حدیدہ، جبل کداء، جبل ابی قبیس، مشرق میں جبل خندمہ اور شمال میں جبل قیعقان اور جبل سلع واقع

---

[۴] سعودی عرب اور براعظم افریقہ کے مشرقی ساحل کے درمیان واقع بحری حصے کو بحیرہ احمر کہتے ہیں۔ اس کے مشرقی کنارے پر مکہ معظمہ سے ۴۵ میل کے فاصلے پر جدہ کی بندرگاہ واقع ہے۔ بحیرہ احمر، شمال مغرب میں نہر سویز کے ذریعے بحیرۂ روم سے، جنوب مشرق میں باب المندب اور خلیج عدن کے ذریعے بحر ہند سے ملا ہوا ہے۔ براعظم ایشیا، یورپ اور افریقہ سے بحری راستے کے ذریعے آنے والے عازمین حج بحیرہ احمر سے گزر کر جدہ کی بندرگاہ تک پہنچتے ہیں۔

ہیں. مکہ معظمہ کے لئے قرآن کریم میں لفظ بکّہ استعمال ہوا ہے۔ یہ دونوں مترادف الفاظ ہیں جن کے معنی ہیں گھر یا آبادی کی جگہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

انّ اوّل بیتٍ وّضع للنّاس للّذی ببکّۃ ۝ پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا یقیناً وہی ہے جو بکّہ میں ہے[۵]

یہ قدیم شہر ایک ایسے علاقے میں واقع ہے جو طبعی طور پر پتھریلا اور زرعی لحاظ سے بنجر اور ناقابل زراعت ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد میں سے بعض کو اسی غیر آباد علاقے میں لسایا تھا جیسا کہ سورۃ ابراہیمؑ میں ہے :

ربّنا اِنیّ اسکنت من ذریتی بوادٍ غیر ذی زرعٍ عند بیتك المحرّم ۝ اے ہمارے رب ! میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو اس بے آب و گیاہ وادی میں لاکر بسایا ہے[۶]

حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے باشندے تھے[۷] وہاں سے مشرکین کی ایذارسانی کے باعث ہجرت کر کے حران یا حاران اور فلسطین و مصر سے ہوتے ہوئے سرزمین حجاز میں تشریف لائے تھے۔ انھوں نے اپنے بیٹوں میں سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو یہاں آباد کیا اور مکّہ یا بکّہ میں اللہ کی عبادت کے لئے کعبہ تعمیر کیا۔ جسے تورات کی کتاب پیدائش میں بیت ایل (یعنی بیت اللہ۔ اللہ کا گھر) کہا گیا ہے۔ یہی وہ عمارت ہے جسے قرآن میں خالص اللہ کی عبادت کے لئے تعمیر کیا جانے والا پہلا گھر بتایا ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ 'بیت العتیق' (قدیم گھر) سے یہ

---

۵ القرآن الکریم، آل عمران - ۹۶

۶ ایضاً - ابراہیم - ۳۷

۷ عراق میں حضرت ابراہیمؑ کے مولد و مسکن کا نام قدان آرام تھا۔ کلدانی آبادی کا یہ قصبہ دریائے دجلہ و فرات کے درمیان حاران کے جنوب میں واقع تھا۔ یہاں سے آپؑ ہجرت کر کے اُر میں آئے۔ یہ شہر اب دریائے فرات کے مغربی کنارے پر بصرہ سے مغرب کی طرف تقریباً ۱۵۰ میل کے فاصلے پر طول بلد ۴۶ درجے شرقی اور عرض بلد ۳۱ درجے شمال پر واقع ہے۔

صراحت بھی ہو جاتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اس گھر کی بنیاد نہ رکھی تھی بلکہ پہلے کی بنیادوں کو نئے سرے سے استوار کیا تھا۔ درج ذیل آیت اس پر مزید روشنی ڈالتی ہے :

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت ٥

ابراہیم جب اس گھر کی بنیادیں اٹھا رہے تھے۔[8]

یہ ہے مکہ معظمہ اور بیت اللہ کا مختصر تاریخی پس منظر، جسے ملتِ اسلامیہ کا روحانی اور دینی مرکز و محور قرار دے کر صاحب استطاعت مسلمانوں سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ یہاں حاضر ہو کر عقیدۂ توحید کا عملی اظہار کریں۔ یہی حج کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ مشرکانہ عقائد کی موجودگی میں کئے جانے والے تمام اعمال بے سُود ہیں۔ ان کا کوئی اجر نہیں ہے اور حج کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے اس امر کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے ۔ سورۂ حج میں ہے :

واذ بوّانا لابراھیم مکان البیت ان لاّ تشرک بی شیئاً ٥

اور ہم نے ابراہیمؑ کے لئے گھر کی جگہ کو ٹھکانا بنایا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔[9]

سورۂ ابراہیمؑ میں ہے :

واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا البلد اٰمناً واجنبنی وبنیّ ان نعبد الاصنام ۔ اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے رب، اس شہر (مکہّ) کو امن کی جگہ بنا۔ مجھے اور میری اولاد کو اصنام کی پرستش سے بچا۔[10]

فریضہ حج کے ارکان سے متعلقہ مقامات کا مختصراً ذکر درج ذیل ہے :

میقات اس کی حدود دنیا کے مختلف علاقوں کے عازمین حج کے لئے مختلف ہیں۔ مثلاً پاکستان اور ہندوستان کے عازمین حج جدّہ میں احرام باندھتے ہیں جبکہ طائف اور نجد کے عازمین سیل الکبیر کے قریب احرام باندھتے ہیں۔

---

۸ القرآن الکریم۔ بقرہ ۱۲۷

۹ القرآن الکریم۔ حج ۲۶

۱۰ ایضاً۔ ابراہیمؑ ۳۵

جدّہ | اس شہر کا قدیم نام شبعیہ تھا۔ جدید شہر، شبعیہ کے محل وقوع سے قدرے ہٹ کر آباد کیا گیا ہے۔ جدہ کے لفظی معنی دادی اور نانی کے آتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق اس کے معنی ساحل کے ہیں۔ یہ شہر بحیرۂ احمر کے مشرقی ساحل پر عرض بلد ۲۱½ درجے شمالی اور طول بلد ۳۹ درجے شرقی پر مکہ معظمہ سے ۴۵ میل مغرب میں واقع ہے۔ یہ سعودی عرب کی اہم ترین بندرگاہ ہے۔ یہاں جدید طرز کا ایک بڑا ہوائی اڈہ بھی ہے۔ سڑک کے راستے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور ریاض (سعودی دارالحکومت) سے ملا ہوا ہے۔ یہاں سے مدینہ منورہ کا فاصلہ ۲۶۵ میل ہے۔ سعودی حکومت نے اس شہر کو خوبصورت بنا کر پختہ سڑکوں کے ذریعے ملک کے دیگر حصوں سے ملا دیا ہے۔ جدّہ سے مکہ معظمہ کو جانے والی سڑک پر ۳۲ میل کے فاصلے پر شمیسی نام کی بستی واقع ہے جس کا پرانا نام حدیبیہ تھا۔

مطاف | بیت اللہ کے اردگرد کی وہ جگہ جو زمانۂ قدیم سے حاجیوں کے چکر لگانے اور دعائیں مانگنے کے لئے مخصوص ہے اب اسے پختہ کر دیا گیا ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے حاجی طواف کر کے اللہ کے حضور اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ خانہ کعبہ اس کے وسط میں واقع ہے۔ مطاف کی حدود سے باہر شمال مشرق کی طرف مقام ابراہیمؑ اور چاہ زمزم واقع ہیں۔ باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے درمیان سامنے پڑتا ہے۔ مقامِ ابراہیمؑ وہی جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ نے کھڑے ہو کر بیت اللہ کی تعمیر کا آغاز کیا تھا۔

حجر اسود | یہ سیاہ رنگ کا پتھر ہے بیتُ اللہ کی باب کعبہ اور ملتزم والی دیوار میں نصب ہے۔ یہ وہی پتھر ہے جسے حضرت ابراہیمؑ نے استعمال کیا تھا اور اسی لئے اسے مقدس سمجھا جاتا ہے۔ حاجیوں کے لئے اسے چھونا یا بوسہ دینا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

صفا اور مروہ | صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان دوڑنے کا عمل ایک اہم رکن ہے۔ مروہ وہ پہاڑی ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ تورات میں اسی پہاڑی کا نام موره یا موریہ آیا ہے۔ تورات کے عربی ترجمہ (آکسفورڈ۔ ۱۸۹۰) میں اس لفظ کو مُریّا لکھا گیا ہے۔ درحقیقت یہ لفظ مروہ یا مرواہ ہی ہے اور یہیں

حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے کی قربانی کا قصد فرمایا تھا[1] یہ پہاڑی بیت اللہ کے شمال میں واقع تھی اب یہ تقریباً ختم ہو چکی ہے۔ صفا وہ پہاڑی ہے جہاں سے حضرت ابراہیمؑ قربانی کے قصد سے روانہ ہوئے تھے اور اپنے سواری کے گدھوں اور سامان وغیرہ کو چھوڑ گئے تھے۔ ان دونوں کا درمیانی فاصلہ تقریباً ۱۴۰۰ فٹ (۴۲۱ میٹر) ہے۔ اب یہاں جدید طرز کی ایک گیلری تعمیر کر دی گئی ہے۔ دونوں پہاڑیوں کی بلندی اب بہت کم رہ گئی ہے۔ اور ان پر چڑھنے کے لئے چند سیڑھیاں بنا دی گئی ہیں۔ صفا اور مروہ کے درمیانی راستہ میں باب علیؓ اور باب عباسؓ کے پاس دو سبز رنگ کے ستون بنائے گئے ہیں جو "میلین اخضرین" کہلاتے ہیں۔ حاجی حضرات مطاف کی حدود سے نکل کر بابُ الصفّا سے ہوتے ہوئے صفا کی پہاڑی پر آتے ہیں اور یہاں سے سعی شروع کرتے ہیں۔

عرفات | میدان عرفات مکہ معظمہ کے شمال مشرق میں تقریباً ۹ میل (۲۵ کیلومیٹر) کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ میدان تین طرف سے پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے۔ اسی میدان کے شمال میں جبل الرحمۃ ہے۔ جہاں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری حج کے موقعہ پر وہ عظیم الشان خطبہ

---

[1] یہ امر مسلمانوں اور اہل تثلیث کے درمیان ہمیشہ سے مابہ الاختلاف چلا آرہا ہے۔ عیسائیوں کا دعویٰ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسحٰقؑ کی قربانی دینے کا قصد کیا تھا۔ مقام کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ یہ جگہ حبرون (فلسطین) میں واقع تھی۔ اس کے برعکس مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ کے قریب واقع مروہ کی پہاڑی پر حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی پیش کرنے کا قصد فرمایا تھا۔ عیسائیوں کے دلائل نہایت کمزور اور سطحی قسم کے ہیں مثلاً یہی کہ مروہ کی جگہ مورہ یا موریہ یا مُریّا کا استعمال اور مزید برآں یہ کہ عیسائی فضلاء نے اس لفظ کا ترجمہ کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ حالانکہ شہروں اور جگہوں کے ناموں کا ترجمہ عجیب سی بات ہے۔ سر سید احمد خان، حمید الدّین فراہی، سید سلیمان ندوی اور حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے اپنی تالیفات میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ مولانا فراہی کی کتاب "الرای الصحیح فی من ھوالذبیح" (عربی) نہایت مفید ہے۔

دیا تھا جسے منشور انسانیت کہا جاتا ہے۔ اس میدان کے شمال مشرق میں جبل عرفات واقع ہے۔ اسی نسبت سے اس میدان کو میدانِ عرفات کہا جاتا ہے۔ حاجی حضرات نویں ذی الحجہ کو مکہّ سے آکر یہاں ٹھہرتے ہیں اور دعاؤں میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ سالانہ اجتماع عالم اسلام کا عظیم ترین اجتماع ہوتا ہے۔ میدانِ عرفات ہی کے ایک حصّہ کا نام وادی عُرنہ ہے۔ حاجیوں کے خیمے اس وادی کے شمال مشرق میں لگائے جاتے ہیں۔ میدان عرفات میں حاجیوں کے اس عظیم اجتماع کا مقصد، ملّتِ اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق قوت و شوکت کا اظہار ہے۔

مزدلفہ اور منیٰ مکہّ سے عرفات جانے والے راستہ پر مزدلفہ اور منیٰ واقع ہیں۔ مکہ سے منیٰ کا فاصلہ ۳ میل ہے۔ مزدلفہ، منیٰ اور عرفات کے درمیان واقع ہے۔ مزدلفہ اور منیٰ دونوں میدانی قطعے ہیں۔ حاجی جب عرفات سے مکہ کو واپس آتے ہیں تو مزدلفہ میں آرام کرتے ہیں۔ مزدلفہ میں مسجد مشعر حرام واقع ہے۔ اس مسجد کے قریب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور عبادت میں مشغول رہنا ضروری رکن ہے[۱۲] مزدلفہ سے مکہ کے راستہ پر منیٰ کا میدانی قطعہ ہے۔ مروہ کی پہاڑی جب سے مکہ کی شہری آبادی کی زد میں آئی ہے، تب سے شہر سے تین میل کے فاصلے پر منیٰ نامی میدان کو قربانی اور قیام حج کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اسی میدان میں حاجی حضرات قربانی سے فارغ ہونے کے بعد سر کے بال منڈاتے یا ترشواتے ہیں۔ قربانی سے پہلے ایسا کرنے سے قرآن کریم میں سختی سے منع کیا گیا ہے[۱۳] ارکانِ حج میں سے آخری رکن رمی جمار' کا تعلق بھی اسی میدان منیٰ سے ہے۔ یہاں اس خاص مقصد کے لئے تین ستون ہیں۔ الجمرۃ الاولیٰ اور الجمرۃ الوسطیٰ وادی عُرنہ اور میدان عرفات کو جانے والے راستہ پر واقع ہیں جبکہ الجمرۃ الثالث اس راستہ سے شمال کی طرف قدرے ہٹ کر واقع ہے۔ رمی جمار کے عمل کی وجہ تسمیہ اور غرض و غایت کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ ان میں سے راقم کے خیال میں اقرب الی الصحت یہ ہے کہ رمی جمار کا مقصد شرک اور اس کے مظاہر کے خلاف اظہار نفرت ہے۔

+III+III+

---

[۱۲] القرآن الکریم، البقرہ ۱۹۸ [۱۳] ایضاً۔ البقرہ ۱۹۶